# مادر ملت اور دختر مشرق خواتین کی رول ماڈل ہونی چاہیں

تحریر: سہیل احمد لون

زن، زر اور زمین دنیا میں کسی بھی جنگ یا لڑائی کی بنیادی وجہ بنتی رہیں ہیں۔ یہ بھی پڑھنے میں آیا ہے کہ انسان سے پہلا قتل بھی زن کی وجہ سے ہوا پھر آج تک نہ ختم ہونے والا یہ سلسلہ ارتقائی عمل کی طرح سبک رفتاری سے جاری و ساری ہے۔ زر، دولت اور زمین کی جنگ میں زن کو کبھی ڈھال تو کبھی ہتھیار کے طور پر بھی استعمال کیا گیا ہے۔ لڑائی کے اس میدان میں سیاہ مرد زن کو مخالف کی کمزوری بنا کر جنسی تشدد، بربریت، الزام تراشی اور عصمت دری کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ حالانکہ مذاہب نے حالت جنگ میں بھی بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کی جان کی حفاظت کے اصول وضع فرمائے ہیں۔ بدقسمتی سے آج بھی عورت مسائل کی اسی چکی میں پس رہی ہے جیسے وہ زمانہ جاہلیت میں پستی رہی ہے۔ دنیا کے مہذب معاشروں میں عورت کے حقوق کے تحفظ کے لیے قانون بھی بنائے گئے ہیں اور ان پر عمل درآمد کرنے کی خلوص نیت سے کوشش بھی کی جاتی ہے، مگر افسوس سے لکھنا پڑھتا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں آج بھی حوا کی بیٹی حالات کی ستم ظریفی کا شکار ہے۔ مرد حضرات اپنا غصہ نکالنے کے لیے عورت کو ہی سب سے بہتر مخلوق خیال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دو مرد آپس میں جھگڑا کر رہے ہوں تو گالیاں عورتوں کے حصے میں آ رہی ہوتی ہیں بعض اوقات تو مرد حضرات اکیلے میں بھی اس مشق کو بڑی دیانتداری سے جاری رکھتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ارتقائی لحاظ سے انسان نے بہت سی منازل طے کر لی ہیں مگر عورت کا مقام اس ارتقائی عمل میں جمود کا شکار ہی رہا۔ حالیہ آسکر ایوارڈ کی تقریب میں پہلی بار کسی پاکستانی کو ایوارڈ سے نوازہ گیا۔ شرمین عبید چنائے کو بہترین دستاویزی فلم بنانے پر یہ ایوارڈ دیا گیا۔ جس میں اس نے پاکستان میں تیزاب کا شکار بننے والی عورتوں کے مسئلے کو فلم بند کیا۔ جہاں تک شرمین عبید چنائے کی پیشہ وارانہ کاوش کا تعلق ہے تو وہ مبارک باد کی مستحق ہے مگر ہمارے لیے باعث شرم بھی کیونکہ فلم کا موضوع دراصل ایک کڑوا سچ ہے جسے ہم مدتوں سے نگلتے آ رہے ہیں۔ ہم مسلمان ہونے کے دعوے دار بھی ہیں۔ دین اسلام میں عورت کے ہر روپ بیٹی، بہن، بیوی، بہو اور ماں کا اپنا مقام ہے۔ رزق بیوی کی قسمت سے ملتا ہے، اولاد مرد کے مقدر سے، عورت کائنات کی حسین چیز ہے مگر اس کا سب سے خوبصورت روپ ماں کا ہے جس کی اہمیت اس بات سے لگائی جا سکتی ہے کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے، بہن کو غیرت سے تشبیح دی جاتی ہے، بہو گھر کی عزت تصور کی جاتی ہے، بیٹی کو رحمت کہا گیا ہے مگر المیہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں پیدائش کے موقع پر ہی لڑکے کو لڑکی پر فوقیت دی جاتی ہے، لڑکا پیدا ہو جائے تو ہسپتال سے لیکر گھر آنے تک خوشی منانے کے کئی انداز اپنائے جاتے ہیں۔ اس معاملے میں خود عورت ذات بھی برابر کی شریک ہوتی ہے اکثر گھروں میں کھانے کی تقسیم سے باقی معاملات تک لڑکے اور لڑکی میں امتیاز برتا جانا کوئی معیوب خیال نہیں کرتا۔ پڑھائی اور نوکری کے معاملات میں بھی لڑکے کو لڑکی پر فوقیت دینا ایک عام سی بات ہے حالانکہ دونوں جنسوں کے جذبات ایک جیسے ہی ہوتے ہیں مگر لڑکی کو اپنے جذبات کی قربانی دینے کا سلسلہ پیدائش سے لیکر تک قبر پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اسلام تو مساوات کا درس دیتا ہے جس میں نسلی یا جنسی امتیاز رکھنا بھی جائز نہیں مگر ہمارے معاشرے میں جہاں عدل و انصاف کا نام و نشان نہیں عورت کے

معاملے میں انصاف کی بات کرنا عجیب سا لگتا ہے۔گزشتہ دنوں پارلیمینٹ نے ایک متفقہ قرارداد منظور کی جس کے بعد عورتوں پر تیزاب پھینکنے والوں کے لیے سزا بھی مقرر کی گئی،مگر قانون بنالینا یا قرارداد منظور کر لینے سے کیا فرق پڑتا ہے جب اس پر عمل درآمد ہی نہیں ہونا۔پاکستان کی آبادی کا زیادہ حصہ غریب لوگوں پر مشتمل ہے جن میں اکثریت صنف نازک کی ہے۔لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت پاکستان کی اکثریت کو ایک ایسا مسئلہ درپیش ہے جسے اقلیت والے دلی طور پر حل کرنا نہیں چاہتے۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہمیشہ غریب عورت ہی مظلومیت کی تصویر کیوں بنتی ہے؟ وطن عزیز میں عورتوں کی قرآن پاک سے شادی بھی کی جاتی ہے اور اس گھناونے فعل میں غیر تعلیم یافتہ یا ناپڑھ لوگ ہی شامل نہیں بلکہ یہ فریضہ تو بڑے نامور لوگ بھی انتہائی ''دیانتداری'' سے سرانجام دے رہے ہیں،زندہ دفن بھی کیا جاتا ہے اور سپریم کورٹ کے حکم کے باوجود بات آئی گئی ہو جاتی ہے،ونی کی جاہلانہ رسم جس میں سزا مرد کو ملنی چاہیے معصوم بچیوں کو دے دی جاتی ہے،اپنی ذاتی دشمنیوں کا بدلا لینے کیلئے کاروکاری کی وحشیانہ کاری ضرب بھی عورت پر لگائی جاتی ہے،وہ زندہ جلائی بھی جلائی جاتی ہے اور برہنہ بازاروں میں گھمائی بھی جاتی ہے،مجبوریوں کی ڈور سے باندھ کر ,,کٹھ پتلیوں ،، کی طرح ''باعزت''لوگوں کی محفل میں ناچوائی بھی جاتی ہے،خواہشوں کی غلام بنا کر ہمیشہ ستائی بھی جاتی ہے اور ایسے ایسے ناکردہ گناہوں کی بلی چڑھائی جاتی ہے کہ روح کانپ جاتی ہے......مگر سب دیکھتے رہتے ہیں کیونکہ اس میں استحصال اس عورت کا ہورہا ہے جس کا تعلق معاشرے کی اس گروہ سے ہے جن کے حصے میں صرف ظلم وستم اور ناانصافی ہی آئی ہے۔دراصل یہ سارا مسئلہ ہی طبقاتی نظام کا پیدا کردہ ہے۔عورتوں کو پیش آنے والے ان مسائل کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس کا شکار ہونے والی زیادہ تر غریب یا متوسط طبقے سے تعلق رکھتی ہیں۔کسی جاگیردار،وڈے خان، وڈیرے یا دولت مند شخص کی بیٹی زیادہ سے زیادہ جائیداد بچانے کیلئے قرآن سے بیاہی جاتی ہے۔حال ہی میں وڈیرہ شاہی کا شکار ہونے والی فاخرہ نے 12 برس کرب واذیت میں گزار کر آخر خودکشی کر کے قانون بنانے والے اداروں کو امتحان میں ڈال دیا ہے کہ ایک صاحب حیثیت اور سیاسی اثرورسوخ رکھنے والے پر کون ہاتھ ڈالے گا؟بدقسمتی سے فاخرہ کی زندگی شادی سے قبل بھی ایک عذاب ہی تھی کیونکہ وہ ریڈ لائٹ ایریا میں کام کرتی تھی۔جسم فروشی کا دھندا کرنے والی یا طوائف کو اچھی نظر سے دیکھنا تو دور کی بات اس کا پیشہ ہی ایک گالی تصور کیا جاتا ہے۔مگر حیرانگی اس بات کی ہے کہ گالی دینے والے مرد حضرات ہی حسن کے پجاری بن کر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کیلئے کوٹھے پر جاتے ہیں اگر مرد حضرات وہاں جانا چھوڑ دیں تو کوٹھے ویران ہو جائیں گے۔فاخرہ کی زندگی کو عذاب بنانے والے پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوگا کیونکہ قانون تو صرف غریب عوام کے لیے بنائے جاتے ہیں۔کیا تیزاب پھینکنے والے کے لیے نیا قانون کسی وڈیرے،چوہدری،خان یا دولتمند اور اثرورسوخ رکھنے والے پر بھی نافذ عمل ہوگا؟ایسا کرنے کے لیے نظام میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔تعلیم اور نوکری کے لیے اوپن میرٹ ہو،جنسی امتیاز کے بغیر سب کو یکساں مواقع ملنے چاہئیں اس سے ہر شعبے میں عورتوں کی نمائندگی بڑھے گی جس سے ان کو اپنے حقوق کا تحفظ کرنے میں کچھ آسانی ہوگی۔آج اگر ترقی یافتہ ممالک کا جائزہ لیا جائے تو اس میں ایک خاص بات عورت کا مرد کے شانہ بشانہ کام کرنا بھی ہے۔ٹیلنٹ کے اعتبار سے ہماری خواتین بھی کسی سے کم نہیں بس ان کو مناسب توجہ اور موقع دینے کی ضرورت ہے پھر کئی مادران ملت اور دختران مشرق سماج میں کام کرتیں نظر آئیں گی گو کہ ہم نے دختر ملت اور مادر ملت کے ساتھ بھی جو سلوک کیا وہ انتہائی شرمناک ہی

ہے لیکن جرات کا استعارہ یہ دو خواتین ہمیشہ پاکستانی خواتین کیلئے رول ماڈل رہیں گی کہ جنھوں نے آخری دم تک اس جبر کے خلاف بھرپور مزاحمت کی


تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

28 مارچ2012ء

sohailloun@gmail.com